قسمت کا فیصلہ یہ دیکھ کر کیا جائے گا کہ ان کے عمل کیسے ہیں نہ کہ یہ دیکھ کر کہ ان کا شجرۂ نسب
خاندان سے ملتا ہے۔ یہ تصور قوم اور شخصیت پرستی کی جڑ کاٹتا ہے۔ اور ان لوگوں کے عقیدہ کا
کرتا ہے جو محض کسی قوم یا شخص سے نسبی تعلق کی بنا پر نجات کے امیدوار ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ
اس ارشاد کہ جس کا عمل اسے پیچھے ہٹا دے اس کا نسب اس کو آگے نہیں بڑھا سکتا، کا تعلق آخرت
ساتھ ساتھ اس حوالے سے دنیوی امور سے بھی ہے کہ کسی منصب اور عہدے کے لیے معیار اہلیت
کی شخصی خوبیاں اور کردار و عمل ہے نہ کہ کسی شخص اور خاندان سے نسبت۔ اسلام کے نقطہ نظر سے
ریاست میں کسی منصب و عہدہ کے لیے ایک باکردار حبشی غلام کے سامنے ایک بے کردار قریشی کی
حیثیت نہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غلاموں اور غلام زادوں کو سردار اور سپہ سالار بنا کر اس
میں بے نظیر عملی نمونہ پیش فرمایا۔

(9) چار چیزوں سے اللہ کی پناہ مانگنا

عَنْ	اَبِیْ هُرَيْرَةَ	رَضِيَ اللهُ عَنْهُ	قَالَ	كَانَ	رَسُوْلُ اللهِ
سے	ابو ہریرہ	راضی ہوا اللہ سے اس	کہا	تھے	رسول اللہ

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: رسول اللہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	يَقُوْلُ	اَللّٰهُمَّ	اِنِّیْ	اَعُوْذُبِكَ	مِنْ
رحمت بھیجی اللہ نے اوپر اس کے اور سلام	فرماتے	اے اللہ	بے شک میں	پناہ مانگتا ہوں تیری	سے

صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے: اے اللہ! میں چار چیزوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں،

اَرْبَعٍ	مِنْ	عِلْمٍ	لَا	يَنْفَعُ	وَ	مِنْ
چار	سے	علم	نہیں	نفع دیتا	اور	سے

ایسے علم سے جو فائدہ نہ دے اور

قَلْبٍ	لَا	يَخْشَعُ	وَ	مِنْ	نَفْسٍ	لَا
دل	نہیں	خوف کھاتا	اور	سے	نفس	نہیں

ایسے دل سے جو (اللہ کا) خوف نہ کھائے اور ایسے نفس سے

OPPO F7

تَشْبَعُ	وَ	مِنْ	دُعَاءٍ	لَا	يُسْمَعُ
سیر ہوتا	اور	سے	دعا	نہیں	سنی جاتی

جو سیر نہ ہو اور اس دعا سے جو قبول نہ ہو۔

رَوَاهُ	اَحْمَدُ وَ اَبُوْ دَاوٗدُ وَ ابْنُ مَاجَةَ
روایت کیا اسے	احمد اور ابوداؤد اور ابنِ ماجہ

اسے احمد، ابوداؤد اور ابنِ ماجہ نے روایت کیا۔

تشریح: اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چار چیزوں؛ علمِ غیر نافع، خوفِ خدا نہ رکھنے والے دل، سیر نہ ہونے والے نفس اور قبول نہ ہونے والی دعا سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ اس میں یہ تعلیم بھی مضمر ہے کہ تمام مسلمان ان چیزوں سے اللہ کی پناہ کی دعا کیا کریں۔ ان چار چیزوں اور ان سے پناہ کی حقیقت سے متعلق ضروری وضاحت درج ذیل ہے:

1۔ علمِ غیر نافع: اسلام علمِ نافع کے حصول کی تاکید کرتا بلکہ، جیسا کہ اوپر ذکر ہوا، اسے عبادت سے بھی افضل قرار دیتا ہے، لیکن علمِ غیر نافع سے منع کرتا بلکہ، جیسا کہ زیرِ نظر حدیث سے واضح ہے، اس سے اللہ کی پناہ طلب کرنے کی تلقین کرتا ہے، علمِ نافع سے مراد وہ علم ہے جو اسلام کے نقطہ نظر سے انسان کی دنیا اور آخرت دونوں کے لیے فائدہ مند ہو، معاشرے اور انسانیت کے لیے نقصان دہ نہ ہو اور انفرادی و اجتماعی سطح پر ایسے اخلاق کی تعمیر کرے جن کو اللہ اور اس کا رسول پسند کرتا ہے اور علمِ غیر نافع سے مراد وہ علم ہے، جس میں اسلام کے نقطہ نظر سے انسان کی دنیا و آخرت کے لیے کوئی فائدہ نہ ہو، انسان کی ذات، اس کی سوسائٹی اور بنی نوع انسان کے لیے ضرر رساں ہو اور انفرادی و اجتماعی سطح پر ایسے اخلاق کو پروان چڑھائے جن کو اللہ اور اس کا رسول ناپسند کرتا ہو۔ وہ چیز جو انسان کی ذات اور اس کے ابنائے نوع کے لیے محض نقصان کا باعث ہو اور اللہ اور اس کے رسول کے ناپسندیدہ اخلاق کو پروان چڑھانے والی ہو اسی لائق ہے کہ اس سے دور رہا جائے۔ علمِ نافع کا حصول فضول و لایعنی کام ہے اور اسلام نے ایک مسلمان کی خوبی یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ لغو و فضول چیزوں سے دور رہتا ہے۔ قرآن حکیم میں مومنین کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا: وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ. (المومنون 3:23) ''اور جو لغو باتوں سے پرہیز کرتے ہیں۔'' ارشاد نبوی ہے: مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهٗ مَالَا يَعْنِيْهِ. (ترمذی) ''آدمی کے اسلام کی ایک خوبی اس بات کو ترک کر دینا ہے جو لایعنی ہو۔''

2-ایسا دل جو خوف نہ کھائے: کچھ دل ایسے ہوتے ہیں جن میں رفق ونرمی اور خوف خدا نہیں ہوتا۔ یہ ایسے لوگوں کے دل ہوتے ہیں جو دنیوی حرص وہوس اور لذات میں غرق ہوتے ہیں، اپنے مادی وسفلی مفادات کی خاطر دوسروں پر ستم ڈھانے اور انہیں تکلیف پہنچانے سے گریز نہیں کرتے، اسلام اور پیغمبر اسلام کی تعلیمات سے بہت دور ہوتے ہیں۔ ایک حقیقی مسلمان ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا کہ اس کا دل خوف خدا سے خالی ہو۔ اہل ایمان وخیر سے متعلق قرآن کا ارشاد ہے: قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ. (المومنون 60:23) ''ان کے دل ڈر رہے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔'' دل پر چونکہ سارے جسم اور پورے انسان کی فلاح کا مدار ہے، جیسا کہ ارشاد ہے: اِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ اَلَا وَهِیَ الْقَلْبُ. (بخاری ومسلم) ''بے شک جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے، اگر وہ ٹھیک ہوگیا تو سارا جسم ٹھیک ہوگیا اور اگر وہ بگڑ گیا تو سارا جسم بگڑ گیا۔ جان لو! وہ دل ہے۔'' لہٰذا ضروری ہے کہ انسان اپنے دل کی اصلاح کا خیال رکھے اور اس بات کا جائزہ لیتا رہے کہ کہیں وہ خوف خدا سے خالی دلوں کے زمرے میں تو شامل نہیں ہوگیا۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ آدمی اپنے تئیں ایمان و اسلام کا دعویدار ہوتا ہے لیکن وہ برائی میں اس درجہ مستغرق ہوتا ہے کہ اس دل میں خوف خدا باقی نہیں رہتا یا بہت ماند پڑ جاتا ہے۔ ایسے شخص کو اپنے ایمان کی خبر لینی چاہیے۔ مومن کی شان یہ ہے کہ وہ اللہ سے دعا کرتا رہے کہ اس کا دل خوف ومشیت الٰہی سے مملو رہے۔

3-ایسا نفس جو سیر نہ ہو: نفس بالعموم حرص وہوس میں مبتلا رہتا ہے۔ یہ آدمی کو اس بات پر آمادہ کرتا رہتا ہے کہ وہ اپنے لیے زیادہ سے دنیوی فوائد سمیٹ لے۔ نفس کو کنٹرول نہ کیا جائے تو وقت گزرنے کے ساتھ اس کی خواہشات وترغیبات میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ انسان مادیات میں ایسا الجھتا ہے کہ جائز وناجائز اور حلال وحرام کی تمیز کھو دیتا ہے یا ان کو بالائے طاق رکھ دیتا ہے۔ آدمی کو ایک چیز حاصل ہوتی تو دوسری کی طرف لپکتا ہے، وہ مل جاتی ہے تیسری کی طرف بھاگتا ہے۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔ وہ کسی جگہ مطمئن نہیں ہوتا، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ آدمی کو سونے کی ایک وادی مل جائے تو دوسری کی آرزو کرتا ہے دوسری مل جائے تو تیسری کی خواہش کرتا ہے، اس کا پیٹ صرف مٹی ہی بھر سکتی ہے۔ وہ لوگ جو نفس پر کنٹرول حاصل کر لیتے اور اسے پاک وصاف کر لیتے ہیں، کامیاب وکامران ہو جاتے ہیں اور جو اسے معصیت میں گم کر دیتے ہیں، نامراد رہتے ہیں۔ ارشاد ہے: قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا. وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا. (الشمس 91:9-10) ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ دل کی ایسی حرص وہوس سے اللہ کی پناہ مانگتا رہے، جو اسے کبھی سیر نہ ہونے دے۔

۴۔ایسی دعا جو قبول نہ ہو: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی دعائیں قبول کرتا ہے، لیکن بعض اوقات انسان گناہ اور برائی کے نتیجے میں اس حال پر پہنچ جاتا ہے کہ اس کی دعا قبولیت کا مرتبہ حاصل کرنے کے قابل نہیں رہتی۔ احادیث میں ایسے مختلف احوال واشخاص کا تذکرہ ملتا ہے۔ مثلاً احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حرام خور کی دعا قبول نہیں ہوتی، والدین کے نافرمان کی دعا قبول نہیں ہوتی، جس دعا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھا جائے وہ دعا بھی قبول نہیں ہوتی، اگر لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کردیں تو بھی ان کی دعائیں بارگاہ الٰہی میں مقبول نہیں ہوتیں۔ زیر نظر حدیث میں ایسی دعا سے جو قبول نہ ہو، اللہ کی پناہ مانگنے کی تعلیم دی گئی ہے تا کہ آدمی ان برائیوں اور آلائشوں سے محفوظ رہے جو اسے اس قابل نہیں چھوڑتیں کہ اس کی دعا سنی جائے۔

(10) روزِ حشر ہونے والا محاسبہ

عَنْ	اِبْنِ مَسْعُوْدٍ	رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ	عَنِ	النَّبِیِّ
سے	ابن مسعود	راضی ہوا اللہ سے اس	سے	نبی

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	قَالَ	لَا	تَزُوْلُ	قَدَمَا	ابْنِ	آدَمَ
رحمت بھیجی اللہ نے اوپر اس کے اور سلام	کہا	نہیں	چلیں گے	قدم دونوں	بیٹا	آدم کا

آپ نے فرمایا: قیامت کے دن بنی آدم کے قدم آگے نہ بڑھ سکیں گے،

یَوْمَ	الْقِیَامَۃِ	مِنْ	عِنْدِ	رَبِّہٖ	حَتّٰی	یُسْئَلَ	عَنْ
دن	قیامت	سے	پاس	رب اس کا	یہاں تک کہ	سوال کیا جائے	سے

یہاں تک کہ پانچ چیزوں کا سوال نہ کرلیا جائے،

خَمْسٍ	عَنْ	عُمُرِہٖ	فِیْمَا	اَفْنَاہُ	وَ	عَنْ
پانچ	سے	عمر اس کی	میں کن	صرف کیا اسے	اور	سے

اس کی عمر کے بارے میں کہ کن کاموں میں صرف کی اور

شَبَابِہٖ	فِیْمَا	اَبْلَاہُ	وَ	عَنْ	مَالِہٖ	مِنْ
جوانی اس کی	میں کہاں	پرانا کیا اسے	اور	سے	مال اس کا	سے

اس کی جوانی کے بارے میں کہ کہاں پرانی کی اور اس کے مال

اَيْنَ	اِكْتَسَبَهُ	وَ	فِيْمَا	اَنْفَقَهُ	وَ	مَاذَا
کہاں	کمایا اسے	اور	میں کہاں	خرچ کیا اسے	اور	کہاں تک

کے بارے میں کہ کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا اور

عَمِلَ	فِيْمَا	عَلِمَ	رَوَاهُ	التِّرْمِذِيُّ
عمل کیا	میں جس	علم تھا	روایت کیا اسے	ترمذی

جس چیز سے متعلق علم تھا اس پر کہاں تک عمل کیا۔ اسے ترمذی نے روایت کیا۔

تشریح: اس حدیث مبارکہ میں روزِ حشر ہونے والے محاسبے کا تذکرہ کیا گیا ہے اور واضح فرمایا گیا ہے کہ آدمی کو ان پانچ سوالات کے جواب دینے ہوں گے۔ حدیث میں ذکر کردہ پانچ سوالات اور قرآن و حدیث کی روشنی میں ان کی ضروری وضاحت درج ذیل ہے:

1- عمر کہاں صرف کی؟: زیرِ نظر حدیث کے مطابق قیامت میں آدمی کا جو محاسبہ ہوگا اس میں پہلا سوال یہ کیا جائے گا کہ تمہیں جو زندگی عطا ہوئی اسے کن کاموں میں صرف کیا؟ اس لیے کہ اسلام کے نقطۂ نظر سے زندگی فضول چیز نہیں بلکہ ایک خاص مقصد کے تحت عطا کی گئی ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے: اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا. (المومنون 115:27) ''کیا تم نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ ہم نے تمہیں یونہی بے فائدہ پیدا کیا ہے۔'' خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا. (الملک 2:67) ''اس نے موت اور زندگی پیدا کی تاکہ آزمائش ہو کہ تم میں کون اچھے عمل کرتا ہے۔'' لہٰذا آدمی کو چاہیے کہ وہ اپنی زندگی نیکی و بھلائی کے کاموں میں صرف کرے تاکہ روزِ قیامت شرمندگی اور عذاب سے بچ سکے۔ ایک مسلمان کو اپنے ہر ہر لمحۂ زندگی اور ہر ہر عضو کی حرکت و عمل کے بارے میں حساس ہونا چاہیے کہ کان، آنکھ، دل وغیرہ ہر ایک سے متعلق سوال ہوگا۔ اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا. (بنی اسرائیل 36:17)

2- جوانی کیسے گزاری؟: روزِ حشر ہونے والے محاسبے میں ایک سوال یہ ہوگا کہ جوانی کیسے گزاری؟ اگرچہ یہ سوال دراصل عمر سے متعلق سوال ہی کا حصہ ہے لیکن اس کی ضرورت بطورِ خاص اس لیے دکھائی دیتی ہے کہ جوانی میں آدمی کے پاس بھرپور طاقت اور ذہنی و جسمانی صلاحیتیں ہوتی ہیں۔ برائی اور لذات کی طرف رغبت کے امکانات بھی بہت زیادہ ہوتے ہیں اور اگر وہ نیکی و بھلائی کے کاموں کی طرف متوجہ ہو تو ان میں بہت ترقی و کمال حاصل کر سکتا ہے۔ لہٰذا اصل نیکی جوانی اور بھرپور صلاحیتوں

کے زمانے کو برائی کی بجائے اچھے کاموں میں صرف کرنا ہے۔ بڑھاپے اور موت کو سامنے دیکھ کر تو بڑے بڑے فاسق وفاجر اور جوانی کو عیاشی ولذات میں گزار دینے والے لوگ بھی نیکی وبھلائی کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ بقول شاعر:

در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری
وقتِ پیری گرگ ظالم می شود پرہیزگار

3۔ **مال کیسے کمایا؟**: قیامت میں ایک سوال یہ ہوگا کہ مال کیسے کمایا؟ یعنی حلال طریقے سے یا حرام طریقے سے؟ اسلام نے حرام طریقے سے مال کمانے کی سختی سے ممانعت کی ہے اور ایسے شخص کی اخروی تباہی وبربادی کی وعید سنائی ہے۔ (حلال وحرام سے متعلق تفصیلی بحث حدیث (11) کی تشریح میں دیکھیے)

4۔ **مال کہاں خرچ کیا؟**: قیامت میں آدمی سے ایک سوال یہ ہوگا کہ تمہیں جو مال ملا تھا اسے کہاں خرچ کیا۔ اس لیے کہ دیگر چیزوں کی طرح مال بھی ایک امانت ہے اور اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کوئی شخص اسے اللہ کی رضا کے مطابق خرچ کرنے اور اس کے ذریعے محروموں کی محرومیاں دور کرنے کی بجائے اسے فضول کاموں میں صرف کرنے اور بے جا اڑانے لگے۔ ارشاد خداوندی ہے: **وَ لَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا. اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ.** (بنی اسرائیل 27-26:17) ”فضول خرچی نہ کرو۔ بلاشبہ فضول خرچی کرنے والے شیاطین کے بھائی ہیں۔“ جہاں مال کو بے جا اڑانے والے ماخوذ ٹھہریں گے وہاں وہ لوگ بھی مواخذے سے بچ نہ پائیں گے جو بخل سے کام لیتے اور بھلائی کے کاموں میں بھی مال صرف کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ ارشاد الٰہی ہے: **وَ الَّذِیْنَ یَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا یُنْفِقُوْنَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ.** (التوبہ 34:9) ”جو لوگ سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، انہیں دردناک عذاب کی خبر سنا دو۔“

5۔ **جو علم تھا اس پر کہاں تک عمل کیا؟**: ایک سوال یہ ہوگا کہ نیکی وخیر کا جو علم حاصل تھا اس کے مطابق کہاں تک عمل کیا؟ اس لیے کہ اسلام کے نقطہ نظر سے آدمی کے لیے علمِ نافع حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ اس پر عمل بھی ضروری ہے۔ اگر کسی شخص کے پاس علم تو ہو مگر وہ اسے عمل میں نہ لائے تو وہ اس کے لیے وبال اور نقصان وخسران کا باعث ہوگا۔ علم پر زور اسی لیے دیا گیا ہے کہ اس سے آدمی کو رضائے الٰہی کے لیے عمل کی ترغیب ملتی ہے اور وہ دوسروں کو نیکی وبھلائی کی طرف بطریق احسن بلا سکتا ہے۔ عمل کی اہمیت کے حوالے سے اقبال کا یہ شعر خوب ہے:

OPPO F7

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

(11) رزقِ حلال اور اس کی جدوجہد

عَنْ	عَبْدِ اللّٰهِ	رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ	قَالَ	قَالَ	رَسُوْلُ اللّٰهِ
سے	عبداللہ	راضی ہوا اللہ سے اس	کہا	کہا	رسول اللہ

عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: رسول اللہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	طَلَبُ	كَسْبِ	الْحَلَالِ	فَرِيْضَةٌ	بَعْدَ
رحمت بھیجی اللہ نے اوپر اس کے اور سلام	تلاش کرنا	روزگار	حلال	فرض	بعد

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حلال ذریعے سے روزی تلاش کرنا فرض کے بعد

الْفَرِيْضَةِ	رَوَاهُ	الْبَيْهَقِيُّ
فرض	روایت کیا اسے	بیہقی

فرض ہے۔ اسے بیہقی نے روایت کیا۔

تشریح: اس حدیث مبارکہ میں حلال ذریعے سے روزی کمانے کی تاکید کی گئی ہے۔ اس چیز کو عرفِ عام میں کسبِ حلال کہا جاتا ہے۔ کسبِ حلال کو اسلامی اخلاقیات میں نہایت اہم حیثیت حاصل ہے۔ قرآن وحدیث میں حرام ذرائع رزق سے بچنے اور حلال ذرائع سے روزی کمانے کی ترغیب وتاکید بکثرت ملتی ہے۔ ذیل میں اس سلسلہ میں ضروری معلومات مختصراً درج کی جاتی ہیں:

کسبِ حلال کی تاکید: کسب حلال کے معنی ہیں۔ حلال ذرائع سے روزی کمانا، یعنی ان ذرائع روزگار کے ذریعے رزق کا حصول جن کو دینِ اسلام جائز قرار دیتا ہے۔ قرآن وحدیث میں کسبِ حلال پر جگہ جگہ زور دیا گیا ہے۔ چند آیات اور احادیث ملاحظہ ہوں: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ. (البقرہ 172:2) ''اے ایمان والو ان پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ، جو ہم نے تم کو عطا کی ہیں۔'' يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا. (البقرہ 167:2) ''اے انسانو! زمین میں جو حلال اور پاکیزہ چیزیں ہیں، وہ کھاؤ۔'' يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا. (المومنون 51:33) اے رسولو پاک چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو۔'' طَلَبُ كَسْبِ الْحَلَالِ فَرِيْضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ (مشکوٰۃ) ''رزق حلال طلب کرنا فرض کے بعد فرض ہے۔'' اُطْلُبُوا الرِّزْقَ

فی خبایا الْأَرْضِ۔ (طبرانی) ''زمین کے پوشیدہ خزانوں میں رزق (حلال) تلاش کرو۔'' جو شخص حلال رزق کھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی ہر دعا قبول کرتا ہے۔ جو شخص حلال رزق کھاتا رہا اور اسی حال میں اس دنیا سے رخصت ہوا، وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی مانند چمک رہا ہوگا۔

کسب حلال اور محنت: اگرچہ تجارت، زراعت اور صنعت و حرفت وغیرہ ذرائع سے اسلام کی ہدایات کے اندر رہتے ہوئے روزی کمانا جائز ہے، تاہم اسلام میں اپنے ہاتھ اور محنت سے روزی کمانے کی بہت زیادہ فضیلت آئی ہے۔ ایک حدیث میں ہے: ''بہترین کھانا یہ ہے کہ آدمی اپنے ہاتھ کی محنت سے کما کر کھائے، بے شک اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتے تھے۔'' (بخاری) ایک جگہ فرمایا کہ آدمی رسی لے کر پہاڑ پر چلا جائے اور لکڑیوں کا ایک گٹھا اپنی پیٹھ پر لا دلائے۔ پھر اسے بیچے اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ اس کی ضرورت پوری کردے، تو یہ چیز اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے مانگتا پھرے، وہ اسے دیں یا نہ دیں۔

کسب حلال کے فوائد:

1۔ معاشی خوشحالی: کسب حلال معاشی ترقی کا ذریعہ بنتا ہے۔ ہر شخص اپنا کام صحیح صحیح ادا کر کے روزی کمائے تو ملکی پیداوار بڑھتی ہے، جس سے معاشی خوشحالی آتی ہے۔

2۔ محبت و اُلفت کی فضا: جب لوگ جائز ذرائع سے روزی کمائیں اور کوئی شخص کسی دوسرے کا استحصال نہ کرے تو باہمی جھگڑے ختم ہو جاتے ہیں اور معاشرے میں محبت و اُلفت کی فضا پیدا ہوتی ہے۔

3۔ سادگی اور کفایت شعاری: کسب حلال سے افراد میں سادگی اور کفایت شعاری کی صفات پیدا ہوتی ہیں۔ حلال اور محنت کی کمائی کو آدمی مالِ مفت دلِ بے رحم کے مصداق فضولیات میں نہیں اُڑاتا بلکہ سوچ سمجھ کر اور احتیاط سے خرچ کرتا ہے۔

4۔ طبقاتی تقسیم کا خاتمہ: اگر معاشرے کے تمام افراد حلال رزق کھائیں تو معاشرے میں کچھ لوگ بہت زیادہ امیر اور کچھ بہت زیادہ غریب نہیں رہ سکتے۔ حلال ذرائع سے روزی کمانے سے کسی کے پاس بے تحاشا دولت جمع ہی نہیں ہو سکتی۔ یوں طبقاتی تقسیم کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

5۔ معاشرتی امن و سکون: کسب حلال سے معاشرہ امن و سکون کا گہوارہ بن جاتا ہے۔ جرائم عام طور پر ناجائز طور پر دولت اکٹھی کرنے کے لیے ہوتے ہیں۔ جب لوگ جائز ذرائع رزق اختیار کریں گے تو

جرائم کا ارتکاب رُک جائے گا۔ جب جرائم رُک جائیں گے تو معاشرے سے بدامنی ختم ہو جائے گی۔

6۔ **اللہ تعالیٰ کی خوشنودی:** ایک مومن کا اصل مقصد دراصل اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہی ہوتا ہے اور کسبِ حلال سے یہ مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔ حلال کھانے والے سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا اور اس کی دعائیں قبول کرتا ہے۔

کسبِ حرام کی ممانعت اور مذمت: کسبِ حرام سے مراد ایسے ذرائع سے روزی کمانا ہے، جس سے اسلام نے منع کیا ہے۔ قرآن و حدیث میں جہاں کسبِ حلال کی تاکید آئی ہے، وہاں کسبِ حرام کی سخت ممانعت اور مذمت بھی آئی ہے۔ قرآن حکیم میں ہے: وَ لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ . (البقرہ 2:188) ''اور آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ۔'' حدیث نبوی میں ہے: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ جَسَدٌ غُذِىَ بِالْحَرَام. ''حرام غذا سے پلنے والا جسم جنت میں داخل نہیں ہوگا۔'' (مشکوٰۃ) كُلُّ لَحْمٍ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ كَانَتِ النَّارُ اَوْلٰى بِهٖ. ''حرام سے پلا ہوا ہر جسم جہنم میں ڈالے جانے کے زیادہ لائق ہے۔'' ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص طویل سفر کر کے خانہ کعبہ پہنچتا ہے اور ہاتھ اُٹھا اُٹھا کر اور چہرہ آسمان کی طرف کر کے دعائیں کرتا ہے، مگر اس کی دعا کیسے قبول کی جائے؟ جبکہ اس کا کھانا بھی حرام کا، پینا بھی حرام کا، اس نے جو لباس پہنا ہے وہ بھی حرام کا ہے اور اس کا جسم بھی حرام سے پلا ہے۔

حرام ذرائع رزق: رزق کے وہ تمام ذرائع جن کو اسلام نے ممنوع قرار دیا ہے، رزق کے حرام ذرائع کے ذیل میں آتے ہیں۔ مثلاً سود خوری، رشوت، دھوکہ دہی سے مال بیچنا یا خریدنا، ملاوٹ کرنا، ناپ تول میں کمی کرنا، ذخیرہ اندوزی، سٹے بازی اور جوا وغیرہ۔ اس طرح جائز ذرائع رزق سے روزی کماتے ہوئے آدمی اپنے فرائض صحیح طور پر ادا نہ کرے تو بھی رزق میں حرام کی آمیزش ہو جاتی ہے۔

رزقِ حرام کے نقصانات: جس طرح رزق حلال کے بہت سے فوائد ہیں، ایسے ہی رزق حرام کے ان فوائد کے بالکل اُلٹ نقصانات ہیں۔ جہاں رزق حلال معاشی خوشحالی، محبت واُلفت کی فضا پیدا کرنے، سادگی اور کفایت شعاری، طبقاتی تقسیم کے خاتمے اور معاشرتی امن و سکون اور اللہ کی خوشنودی کا ذریعہ بنتا ہے۔ وہاں رزق حرام معاشی بدحالی، فساد و انتشار، فضول خرچی، نفرت و دشمنی، طبقاتی تقسیم، معاشرتی بدامنی اور اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا باعث بنتا ہے۔

(12) سچا اور امانتدار تاجر بلند مرتبے کا حامل ہوگا

عَنْ	اَبِیْ سَعِیْدٍ	رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ	قَالَ	قَالَ	رَسُوْلُ اللّٰهِ
سے	ابوسعید	راضی ہوا اللہ سے اس	کہا	کہا	رسول اللہ

ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: رسول اللہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	اَلتَّاجِرُ	الصَّدُوْقُ	الْاَمِيْنُ	مَعَ	النَّبِيِّيْنَ
رحمت بھیجی اللہ نے اوپر اس کے اور سلام	تاجر	سچا	امانتدار	ساتھ	انبیا

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سچا اور امانتدار تاجر (بروزِ قیامت) نبیوں

وَ	الصِّدِّيْقِيْنَ	وَ	الشُّهَدَآءِ	رَوَاهُ	التِّرْمِذِيُّ	وَغَيْرُهُ
اور	صدیقین	اور	شہدا	روایت کیا اسے	ترمذی	وغیرہ

صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔ اسے ترمذی وغیرہ نے روایت کیا۔

تشریح: اس حدیث میں صادق و امین تاجر کو نہایت بلند مرتبے کی نوید سنائی گئی ہے۔ اس حدیث کے اہم تشریحی نکات درج ذیل ہیں:

امانتدارانہ تجارت پسندیدہ ذریعۂ روزگار ہے: اس حدیث سے ایک اہم نکتہ یہ نکل رہا ہے کہ تجارت ایک پسندیدہ ذریعہ روزگار ہے، بشرطیکہ تجارت کرنے والا جھوٹ اور بددیانتی سے احتراز کرے۔ تجارت انبیا کا پیشہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تجارت فرمائی۔ گویا اگر کوئی شخص تجارت کا پیشہ اختیار کرتا ہے اور پھر سچائی و دیانت شعار کرتا ہے تو وہ انبیا کی راہ چلتا ہے۔ صدق و دیانت انبیا کی نہایت نمایاں خصوصیات ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اعلان نبوت سے قبل صادق اور امین کے لقب سے معروف تھے۔ آپ نے اپنی احادیث میں واضح فرمایا ہے کہ صدق و امانت ایسی چیزیں ہیں جو آدمی کو بھلائی و نجات کی طرف لے جاتی ہیں اور بددیانتی و خیانت تباہی و بربادی کی طرف۔ ارشاد ہے: عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ فَاِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِيْ اِلَى الْبِرِّ۔ "سچائی کو اپنے اوپر لازم کرلو کہ یہ نیکی کی طرف لے جاتی ہے۔" اَلصِّدْقُ يُنْجِيْ وَالْكِذْبُ يُهْلِكُ "سچائی نجات دلاتی اور جھوٹ ہلاک کر دیتا ہے۔" لَادِيْنَ لِمَنْ لَّا اَمَانَةَ لَهُ. "جس میں امانت نہیں اس میں ایمان نہیں"۔ "ان لین دین کرنے والوں کے لیے تباہی و خرابی ہے جو لینے کے باٹ اور، اور دینے کے اور رکھتے ہیں۔"

صادق و امین تاجر کا مرتبۂ بلند اور اس کا سبب: زیرِ نظر حدیث میں واضح فرمایا گیا ہے کہ صادق

OPPO F7

وامین تاجر نہایت بلند مرتبے کا حامل ہوگا۔ وہ ان لوگوں کی صف میں کھڑا ہوگا جو سب سے بہترین اور عالی مرتبہ انسانوں کی صف ہے یعنی نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کی صف۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ صادق وامین تو اور پیشوں سے وابستہ لوگ بھی ہو سکتے اور ہوتے ہیں، پھر تاجر ہی کو اس بلند مرتبے کی نوید کیوں سنائی گئی ہے؟ غور کریں تو واضح ہوتا ہے کہ اس کا ایک سبب تو خود پیشہ تجارت ہے کہ انبیا ایسے بہترین انسانوں اور بالخصوص افضل الانبیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشہ ہے اور دوسرا یہ کہ تجارت میں صداقت وامانت اختیار کرنا خاصا مشکل کام ہے۔ یہ وہی شخص کر سکتا ہے جو ایمان واخلاق کے اعلیٰ درجے کا حامل ہو۔ بہت سے تاجر یہ خیال کرتے ہیں کہ تجارت میں مکمل صدق وامانت کو ملحوظ رکھنا ممکن نہیں اور اگر کوئی ایسا کرے تو اس کا کاروبار ہی نہیں چل سکتا۔ چنانچہ تجارت اور کاروبار میں جھوٹ، خیانت اور ہیرا پھیری عام مشاہدہ کی چیزیں ہیں اور انہیں کاروباری ٹیکنیکس یا داؤ پیچ وغیرہ کے عنوانات کے تحت سندِ جواز عطا کرنے کی کوشش کی جاتی یا تجارتی دنیا کے لوازم باور کرانے کی سعی کی جاتی ہے۔ ایسے ماحول اور ایسی دنیا میں رہ کر جو شخص امانت ودیانت اور صدق وسچائی کو ملحوظ رکھے، عقل ومنطق کا تقاضا ہے کہ اس کا اجر وثواب بہت زیادہ ہو۔

(13) حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کا لحاظ رکھنا بھی لازم ہے

عَنْ	اَبِیْ هُرَیْرَةَ	رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ	اَنَّ	رَسُوْلَ اللّٰهِ
سے	ابوہریرہ	راضی ہوا اللہ سے اس	کہ	رسول اللہ

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	قَالَ	اَتَدْرُوْنَ	مَا	الْمُفْلِسُ	قَالُوْا
رحمت بھیجی اللہ نے اوپر اس کے اور سلام	کہا	کیا تم جانتے ہو	کون	مفلس	انہوں نے کہا

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ لوگوں نے عرض کیا:

اَلْمُفْلِسُ	فِيْنَا	مَنْ	لَا	دِرْهَمَ	لَهُ	وَ
مفلس	بیچ ہمارے	جو	نہیں	درہم	لیے اس کے	اور

ہم میں سے مفلس وہ ہے جس کے پاس درہم ہوں

لَا	مَتَاعَ	فَقَالَ	اِنَّ	الْمُفْلِسَ	مِنْ	اُمَّتِیْ
نہ	سامان	پس فرمایا	بے شک	مفلس	سے	امت میری

نہ سامان۔ آپ نے فرمایا: میری امت میں سے مفلس وہ ہے

OPPO F7